معینِ پاکستان، قلندرِ زماں، حضرت الحاج

سائیں باباولایت علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

خاندانِ چشت میں ایسے بہت سے اولیأ گزرے ہیں کہ جن کے نام کا ڈنکا زمانے میں ہر طرف بج رہا ہے اور جن کے فیوض و برکات سے زمانہ مستفیض ہو رہا ہے۔ اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے مقبول و مقرب بندوں میں سے ایک نام ''مردِ قلندر حضرت الحاج سائیں باباولایت علی شاہ قلندر نور اللہ مرقدہ العزیز'' کا ہے کہ ملیر میں جن کے مزارِ مبارک پر آج بھی دور دراز اور مختلف مقامات سے لوگ آتے ہیں۔ اور فیض پا کر اپنی منزلِ مراد کو پہنچتے ہیں۔

اس آسمانِ ولایت کے چمکتے دمکتے آفتاب اور درخشاں و تابندہ ستارے کی ولادتِ باسعادت بھارتی صوبہ اتر پردیش ضلع مظفر نگر کے قصبہ کیرانہ میں ۱۸۴۲ء کو ہوئی۔ اور جن کی ضوفشانیوں سے نہ صرف ہندوستان چمکا بلکہ پاکستان میں بھی اپنی منور شعاؤں سے لوگوں کو فیضیاب کیا۔

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی ''حافظ نور احمد'' ہے۔ لیکن زمانہ آپ کو سائیں بابا ولایت علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتا اور پہچانتا ہے۔ اور اصلی نام بہت ہی

کم لوگوں کو معلوم ہے۔آپ کے والدِ ماجد کا نام ''حافظ بہادر علی'' تھا جو نہ صرف مشہور عالمِ دین تھے بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں بھی یکتا تھے۔

چونکہ آپ ایک دینی اور علمی گھرانہ کے چشم و چراغ تھے اس لیئے ابتدائی دینی تعلیم اپنے ہی دینی گھر اور والدِ محترم سے حاصل کی۔اور نہایت کم سنی میں حفظِ قرآن کی دولت سے مالامال ہوگئے اور پھر دینی علومِ ظاہریہ حدیث،فقہ،منطق، فلسفہ،صرف ونحواور عروض وحکمت کا علم اپنے والدِ بزرگوار سے حاصل کیا۔اور صرف پندرہ سولہ برس کی عمر میں ان تمام علوم میں کمال حاصل کرلیا۔

کیونکہ آپ نے دینی گھرانے کا دینی ماحول پایا تھا۔اس لیئے بچپن ہی سے تقویٰ اور پرہیزگاری کی طرف مائل تھے۔یہی وجہ تھی کہ کم سنی ہی میں آپ کے چہرے سے آثارِ بزرگی ظاہر ہونے لگے تھے۔اور چہرہ مبارک پرنور برسنے لگا تھا۔ جو بھی دیکھتا وہ مبہوت ہوجاتا اس وقت یہ کسے معلوم تھا کہ یہی وہ بچّہ ہے جو مردِ قلندر ہوگا اور لاکھوں کروڑوں بندگانِ خدا کو فیض پہنچائے گا۔

جب آپ کی عمر مبارک سولہ برس کی ہوئی تو آپ کے والدِ ماجد نے آپ کی شادی پانی پت کے ایک شریف اور معزز خاندان میں ایک پاکباز،خوبصورت اور خوب سیرت خاتون سے کردی۔ تقریباً ایک سال بعد جن کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوا۔جن کا نام ''فضل احمد'' تھا۔جن کا مزارِ مبارک صادق آباد میں ہے۔

شادی کے سات آٹھ ماہ بعد زمین کے سلسلے میں آپ کا اپنے بہنوئی سے تنازعہ ہوا اور آپ کو راہِ سلوک وطریقت کا پہلا سبق ازبر ہوا۔ اور جس کے نتیجے میں آپ کا جی اس دنیا،اس دنیا کی نمود و نمائش اور گھر والوں سے اچاٹ ہوگیا۔ اور آپ اپنی رفیقۂ حیات، والدین، بھائی بہنوں،اور عزیز واقارب کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہہ کر راہِ سلوک وطریقت میں لگ گئے۔اور پھر اسی راہِ طریقت میں منزلِ

طریقت کی تلاش میں یہ مسافر پیر طریقت حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے درِ اقدس پر جا پہنچا جو اپنے وقت کے ولی کامل اور دانائے حکمت ہونے کے ساتھ ساتھ سرائیکی زبان کے عظیم عوامی شاعر بھی تھے۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی چشمِ فیض رسا نے اس گوہرِ نایاب کو وہ جلا بخشی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔رحیم یار خان کے نواحی علاقے ''روہی'' کی سرسبزوشاداب وادیوں اور وہاں کے بے آب وگیاہ ریگستانوں میں اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ منازِل سلوک وطریقت طے کرتے رہے آپ نے اپنے پیرومرشد کی اتنی خدمت کی اتنی ریاضت اور مجاہدے کئے کہ اپنے شیخ کی نظر میں محبوب کا مقام حاصل کرلیا۔اپنے شیخ کے محبوب ہوگئے۔اندازہ لگایئے کہ جو اپنے پیرومرشد،اپنے شیخ کا محبوب ہوجائے اس کے مقام ومرتبہ کا کیا عالم ہوگا۔کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔یہ یا تو محب جانے یا پھر محبوب۔پھر تو حالت یہ تھی کہ شیخ اپنے محبوب کی جدائی دو پل بھی برداشت نہ کرسکتے تھے۔لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا وہ کچھ اور ہی دکھانا چاہتی تھی۔

ایک مرتبہ آپ کے پیرومرشد حضرت خواجہ غلام فرید چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شاہ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بشارت دی۔اور فرمایا کہ باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہمارے پاس بھیج دو انکی تکمیل ہم کریں گے۔اس بشارت کا تذکرہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محبوب یعنی باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔لیکن نہ تو آپ اپنے شیخ کو چھوڑنا چاہتے تھے اور نہ ہی شیخ اپنے محبوب کو جدا کرتے تھے۔سومعاملہ یونہی رہا۔اور خاموش ہورہے۔دوسری مرتبہ پھر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قلندرصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہی

بشارت دی۔لیکن دوسری مرتبہ بھی شیخ اپنے محبوب کو اور محبوب اپنے شیخ کو چھوڑ دینے پر راضی نہ تھاسو اس بار بھی معاملہ جوں کا توں رہا۔تیسری مرتبہ پھر قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بشارت دی ۔اور تنبیہ کرنے کے انداز میں ارشاد فرمایا کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جلدی بھیجو۔غرض رضائے الٰہی اور مشیتِ ایزدی کے مطابق دل پر جبر کر کے فورًا شیخ نے اپنے محبوب کو جدا کیا اور محبوب بھی بموجب فرمانِ شیخ اپنے شیخ کو چھوڑ کر پانی پت روانہ ہوا۔

پھر بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پت پہنچے۔اور حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک پر قلندر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہی مزارِ مبارک پر اس طرح تشریف فرماہیں جیسے گھوڑے پر بیٹھا جاتا ہے۔(یعنی ایک ٹانگ مزار کے ایک طرف اور دوسری ٹانگ مزار کے دوسری طرف)ادھر آپ نے قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نگاہ اٹھا کر دیکھا ادھر قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے قلب مبارک پر ایک نظر ڈالی اور ایک ہی نظر میں کرم فرمایا۔

بعد ازاں قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ایک قلندری وظیفہ عطا فرما کر دریائے جمنا میں روزانہ رات کو کھڑے ہو کر پڑھنے کی تاکید کی۔

سو بحکم قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ وہاں سے رخصت ہوئے اور دریائے جمنا کے گھاٹ پر پہنچے ۔اور ایک جھونپڑی بنائی اور اس میں قیام فرمایا۔اور پھر یہ آپ کا معمول ہوا کہ آپ روزانہ دریائے جمنا میں بعد نمازِ عشاءؔ سے نمازِ فجر تک رات بھر گلے گلے پانی میں قلندر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عطا کردہ قلندری وظیفے کا ورد کرتے اور مسلسل بارہ برس تک اسی دریائے جمنا کے ٹھنڈے اور یخ پانی میں رات رات بھر گلے گلے پانی میں کھڑے ہو کر عبادتِ الٰہی کی۔ان بارہ برسوں میں متعدد

سیلاب بھی آئے،طوفان بھی آئے،بارشیں بھی ہوئیں لیکن کیا مجال جو آپ کے پائے استقامت واستقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش ہوئی ہو۔دورانِ عبادت دریا کی مچھلیاں اور کچھوے وغیرہ آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو کھاڈالتے تھے۔مگر کیا مجال کہ آپکے استغراق،آپ کی عبادت اور آپ کی محویت میں ذرا بھی فرق آتا ہو آپ اپنا کام کرتے رہتے تھے اور مچھلیاں وغیرہ اپنا کام کرتی تھیں۔

یہ تھا باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محنت ومشقت اور ریاضت ومجاہدے کا عالم۔آجکل کے دور میں ایسی محنت ومشقت اور ریاضت ومجاہدہ کوئی انگشت کے ناخن کے برابر بھی نہیں کرسکتا۔

اپنی اس سخت محنت ومشقت اور ریاضت ومجاہدے کی بدولت،اپنے شیخ کی خدمت اور نظرِ کرم اور حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ خاص سے اس مقام تک پہنچے۔کہ نور احمد سے ولایت علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ بن گئے۔اور زمانے بھر میں اپنے نام کی مانند زندہ کرامت ہوگئے۔اور پھر اس ولایت علی شاہ نے اپنے فیض سے سینکڑوں ولی بناڈالے اور بعد وصال بھی آپ کا یہ فیض جاری وساری ہے۔اور انشاءَ اللہ جاری رہے گا۔

آپ کا زیادہ تر وقت اور زندگی کا طویل حصّہ بزرگانِ دین کے مزارات پر گزرا۔مثلاً حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ(پانی پت)،غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ(اجمیر شریف)،حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ(پاکپتن شریف)،حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر پیاءً رحمۃ اللہ علیہ(کلیر شریف) اور حضرت نظام الدین اولیاءً محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ(دہلی)وغیرہ۔ان تمام بزرگانِ دین اور ان کے علاوہ دیگر بزرگانِ دین کے مزارات پر آپ نے خدمت کی اور ان سے فیض حاصل کیا۔

ایک مرتبہ جب آپ کا قیام حضرت نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر تھا تو ایک دن بیٹھے بیٹھے اچانک فرمانے لگے کہ ہمیں پاکستان جانے کا حکم ہوا ہے۔سو بحکم آپ ماہِ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ''معینِ پاکستان'' بن کر پاکستان تشریف لائے اور کراچی میں ملیر سٹی، بہاولپور ہاؤس سے متصل سرسبز وشاداب ، جنگلاتی ویران علاقے میں سیٹھ گلزار احمد صاحب کی آپ کو خانقاہ کیلئے دی ہوئی زمین پر آپ نے قیام فرمایا۔اور فیض کا سلسلہ جاری وساری کیا،مخلوق آتی اور فیضیاب ہوکر واپس لوٹتی ۔جو آتا وہ اپنے ظرف اور نیت کے مطابق حصّہ پاتا۔

۱۹۴۶ء میں پاکستان بننے سے پہلے جب قبلہ باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی تشریف لائے تو سیٹھ گلزار احمد آپ کو اپنی زمینوں پر حصولِ برکت کیلئے اپنے ہمراہ ملیر سٹی (بہاولپور ہاؤس سے متصل) لائے۔اور زمینیں دکھائیں سیٹھ گلزار احمد نے بعد میں یہ زمین باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کردی تھی۔اور موجودہ خانقاہ میں جو کنواں ہے وہ انہی دنوں کھودا گیا تھا۔اور باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدم رنجہ فرماتے ہی اسکی پہلی سوت سے پانی جاری ہوا۔تو سیٹھ گلزار احمد نے آپ کی خدمت میں پانی پیش کیا۔باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسکرا کر پانی لیا اور تھوڑا پانی پی کر باقی پانی کنویں میں واپس ڈلوادیا اور یہ اسی تبرک والے پانی کی برکت ہے کہ ایک عرصہ تک لوگ اس سے فیضیاب ہوتے رہے۔

آپ کے پیرومرشد دانائے راز اور عظیم عوامی شاعر خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کی کافیوں میں بھی ملیر کے سرسبز وشاداب علاقے کا تذکرہ ملتا ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ''ملیر اس لئے رشکِ فردوس ہے کہ یہاں میرے محبوب کا مسکن ہوگا''۔خواجہ صاحب نے جس ملیر کو جنت نظیر تحریر فرمایا تھا۔ قبلہ باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کراچی پہنچ کر اس ملیر ہی میں سکونت اختیار فرمائی۔

خواجہ صاحب کی کافی میں محبوب سے مراد خود بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی ہے کہ جن سے یہاں فیض جاری ہوا۔اور آج بھی بعد وصال کے آپ کی درگاہ و خانقاہ شریف سے فیض جاری وساری ہے۔اور انشأ اللہ جاری وساری رہے گا۔

آپ بیواؤں، یتیموں، مسکینوں، ناداروں، محتاجوں اور مفلسوں کی دستگیری فرماتے تھے۔ ہر کسی کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھتے تھے۔ جو بھی آپ کے درِ اقدس پر آتا۔ اسکو محروم نہ لوٹاتے۔آپ سب سے محبت اور خلوص سے پیش آتے تھے۔ کسی سے نفرت نہیں کرتے تھے اور نہ ہی کسی کی کسی بات پر ناراض ہوکر بددعا دیتے تھے۔آپ کی خدمت میں ہر قوم وملت ، ہر مذہب وعقیدے، ہر فرقے و برادری اور دیگر مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ حاضر ہوتے اور دامنِ مراد بھر کر واپس جاتے۔

آپ کی حیاتِ طیبہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت وشفقت، حسنِ سلوک اور خدمت گزاری کا عظیم جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔

حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیّبہ میں آپ کی خدمت میں پاکستان کے بڑے بڑے تاجر، سربراہان ، حکمران، افسران، سیاستدان، علمائے کرام، مشائخِ عظام، وزرأ وامرأ، ادیب وشاعر، ادنیٰ واعلیٰ، امیر وغریب، اعلیٰ سول اور فوجی حکام آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اور نیت کے مطابق فیض پاتے اور منزلِ مراد کو پہنچتے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔

قبلہ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مردِ قلندر تھے۔اور مردِ قلندر کیلئے بقول شاعر صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ۔

نہ تخت و تاج میں نہ لشکر و سپاہ میں
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

آخر کار یہ آسمانِ ولایت کا ''ولایت علی شاہ لاکھوں بندگانِ خدا کوفیض پہنچانے کے بعد رضائے الٰہی سے ۲۷،رجب المرجب ۱۳۷۶ھ بمطابق ۲۸، فروری ۱۹۵۷ء بروز جمعرات بعد نمازِ ظہر تقریباً ۱۱۵ برس کی عمرِ مبارک میں خالقِ حقیقی سے جاملا۔ اوراگلے روز یعنی ۲۸ رجب المرجب بروز جمعہ کوبعد نمازِ جمعہ آستانۂ مبارک میں سپردِ خاک کردیا گیا۔

قبلہ سائیں باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر بزرگ حضرت شاہ حافظ غلام رسول قادری قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی بارگاہ میں مندرجہ ذیل سلام عقیدت پیش فرمایا۔ ؎

ولایت علی شاہ مردِ قلندر
بفضلِ خدا بخت کے ہیں سکندر

رہا کرتے ہیں محویت ہی کے اندر
ولایت کے اسرار کے ہیں سمندر

ولایت تو ہے نام سے ان کے ظاہر
نہ کیوں کر ہوں سرِ ولآیت سے ماہر

ولایت علی شاہ مردِ قلندر
بفضلِ خدا بخت کے ہیں سکندر

درگاہ کے موجودہ سجادہ نشین محترم امیر احمد انصاری رحمانی ہیں جنہیں مخدوم ومکرم حضرت قبلہ چچاجان الحاج صوفی ابرار احمد قادری چشتی ممتازی رحمانی مدظلۂ العالی

نے اپنی بیعت ودستارِ خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا ہے۔

حضرت سائیں باباولایت علی شاہ قلندر علیہ الرحمہ کی بیشمار کرامات میں سے چند کرامات مندرجہ ذیل ہیں۔

جب آپ نے حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃاللہ علیہ کے حکم پر آگرہ میں دریائے جمنا کے کنارے ''سنولی'' نام کے گھاٹ پر بارہ سال تک رات رات بھر گردن تک پانی میں کھڑے ہوکر عبادت وریاضت اور چلّہ کشی کی۔تو آپ وہاں ''سنولی والے بابا'' کے نام سے مشہور ہوگئے۔سنولی گھاٹ پر ایک باغ تھا جو ایک بنیئے کی ملکیت تھا۔آپ وہیں پر رہتے تھے۔ ایک دن بنیئے نے کہا۔ باباسائیں! ہرسال دریا کا پانی چڑھ جاتا ہےاور میرے باغ کی زمین کاٹ دیتا ہےجس سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔آپ دعا فرمایئے کہ دریا نہ چڑھے۔آپ نے اس بنیئے سے فرمایا کہ جہاں تک باغ کی حد ہے ،وہاں ایک لکڑی گاڑ دو۔جب دریاچڑھے تو بتانا۔حسبِ معمول دریا کا پانی چڑھنے لگاتو آپ نے ایک ٹھیکری پر کچھ لکھ کر دیااور فرمایا کہ جاؤ،لکڑی پر رکھ دو۔اس نے وہ ٹھیکری اپنے باغ کی حد پر نصب شدہ لکڑی پر رکھ دی۔ٹھیکری رکھنے کی دیر تھی کہ دریا آدھ میل پرے ہٹ کرگزرنے لگا۔اس کے بعد پھر کبھی اس نے باغ کی طرف رخ نہ کیا۔ وہ بڑا خوش ہوا۔سائیں باباصاحب رحمۃاللہ علیہ نے فرمایا۔یہ باغ تو اللہ کے نیک بندوں ، فقیروں اور درویشوں کیلئے وقف کردے۔بنیئے نے آپ کی خواہش اورحکم پر باغ درویشوں کیلئے وقف کردیا۔

ایک زمانے میں جب آپ کا قیام بنی (کرنال میں ایک جگہ کا نام)میں تھا آپ کے صاحبزادے حافظ فضل احمد ایک طویل عرصہ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ آپ ان کے والد حافظ نور احمد انصاری

ہیں۔ سائیں باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چہرے سے رومال ہٹایا اور فرمایا ''ماشاءاللہ! کتنی پاک روح محوِ پرواز ہے۔'' حافظ فضل احمد نے عرض کی حضور! کس کی بات کررہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔تم یہاں بیٹھے ہو،اپنے گھر جاؤ۔کیونکہ تمہاری والدہ اب اس دنیا میں نہیں رہیں۔وہ سیدھے گھر گئےتو دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور انکی والدہ واقعی وفات پاچکی تھیں۔

محبوب العارفین حضرت قبلہ الحاج الحافظ قاری ممتاز احمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں حضرت سائیں باباولایت علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ''بالکا'' بنایااور سرِّ روحانیت سے مالامال فرمایا۔) جب حضرت باباصاحب علیہ الرحمہ کی خدمت وصحبت میں رہتے تھےتو آپ کے ملفوظات وارشادات کو اپنے پاس ڈائری میں نوٹ فرمالیتے تھے۔ان ہی میں سے چند ارشادات مندرجہ ذیل ہیں۔

- مرید کو اپنے پیر سے بالکل سچّی محبت رکھنی چاہیے۔اور انکی خوشنودی کا خیال ہر سانس کے ساتھ ہونا چاہیئے اور انکے حکم کو ہر چیز پر فوقیت دینی چاہیے۔
- بندوں کو ہروقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا چاہیئے۔ ہر لحظہ، ہر لمحہ اس کی یاد کرنی چاہیئے کہ ایک سانس بھی غافل نہ ہو۔
- جو کچھ خوشی یا رنج بندے کو پہنچے ،اس کو اللہ پاک کی جانب سے تصور کرےاور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔
- بندہ کو چاہیئے اللہ واسطے جو کچھ بھی کسی کی خدمت ہوسکے کرے۔ اور جو کچھ بھی موجود ہو کھلائے ۔اگر کچھ بھی نہ ہوتو ٹھنڈا پانی ہی پلادے۔
- جو بات بھی تم کہو،توسوچ سمجھ کر بولو۔اور جہاں تک ہوسکے،کم بولو کیونکہ فرشتے ہر وقت اسکے نامۂ اعمال میں جو کچھ بھی بندہ بولتاہے،اسے نوٹ کرتے رہتے ہیں اور نہ زیادہ ہنسواور جہاں تک ہوسکے خلق کی صحبت میں کم بیٹھو۔

✪ فقیر کی اور اللہ پاک کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دریا بہہ رہا ہے اور اسمیں لوگ گندگی اور غلاظت کے ٹوکرے بھر بھر کر ڈالتے ہیں، لیکن وہ بہتا ہی رہتا ہے، اور رُخ نہیں پھیرتا۔ اور جب وہ رُخ پھیرتا ہے تو پھر نہیں دیکھتا کہ یہ شہر ہے، یا گاؤں ہے۔ سب کو تباہ و برباد کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔

✪ انسان کے ہر سانس سے، انسان ہو یا جانور ہو یا کسی بھی مذہب کا ہو سب کے سانس سے ''اللہ'' نکلتا ہے۔ اسی سے اللہ کے نیک بندوں نے اللہ کو پہچانا ہے کہ ہم دو منٹ بھی سانس نہیں بند کر سکتے۔ اسی کو ''پاس انفاس'' کہتے ہیں۔ اور بزرگانِ دین نے اسی سانس کو پکڑا اور زبان سے بھی ادا کیا، جس سے قلب جاری ہوا۔

✪ اس وقت بڑا نازک دور ہے کہ اگر کوئی شخص پانچ وقت کی نماز ہی پڑھ لے اور کسی کی دل آزاری نہ کرے تو پہلے زمانے کے اولیائ اللہ کی اور انبیائ کرام کی کئی برسوں کی ریاضت و مجاہدے کے برابر ہے۔